الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
ماہنامہ
انوار الصوفیہ
قصور
1973December
مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتی
خلیفہ مجاز شیخ معز الدین طالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1 1960 October
2 1961 July
3 1961 December
4 1962 Feb
5 1962 May
6 1962 October
7 1963 January
8 1963 June
9 1963 September
10 1964 Feb
11 1964 March
12 1965 January
13 1965 May
14 1965 July
15 1966 June
16 1969 Feb
17 1969 December
18 1970 December
19 1971 Feb
20 1971 November
21 1972 May
22 1972 December
23 1973 March
24 1973 March
25 1973 December
26 1975 March
27 1978 Feb
28 1980 July
29 1981 July
30 1982 Feb
31 1982 July
32 1984 April
33 1959 Agust Rizwan
34 1965 March Hanfi
35 1967 April May
36 1968 October November
37 1969 agust
38 1969 March April
39 1970 May June
40 1971 Agust
41 1971 Janu Feb
42 1973 Agust
43 1973 Aril
44 1974 Agust September
45 1975 December
46 1976 March April
47 1979 June july
48 1980 Dec 1981 Janu
49 1980 October NOvember
50 1981 Jantaree
51 1982 1983 Dec Jan
52 1982 March April
53 1982 May June
54 1983 Feb March
55 1983 May June
56 1983 Nov Decemb
57 1984 Jan Feb
58 1984 October Jantare
59 Aaena Khalq e Muhamadi
60 Majmua Hazar Masla

به سرپرستی!

مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

بہ نظرِ عنایت

حضرت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

بہ ظلِ عاطفت

حضرت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

جلد ۶ ——— شمارہ ۱۲

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۷۳ء

مطابق ماہ شوال ——— سنہ ۱۳۹۳ھ

مدیر مسئول ——— غلام رسول گوہر

مدیر معاون ——— مولانا عبد العزیز نقشبندی

بدل اشتراک

زر سالانہ ——— ۶ روپے

معاونین سے ——— ۱۰ 〃

سرپرست حضرات سے ——— ۲۰ 〃

سرخ نشان ○

"اس دائرہ میں سرخ نشان" اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آئندہ شمارہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ امید ہے آپ حسب سابق سرپرستی فرمائیں گے۔

گوہر

ایڈیٹر و ناشر۔ غلام رسول گوہر۔ مطبع۔ لاہور آرٹ پریس لاہور۔ مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور

کروڑوں صلوٰۃ و سلام اللہ اللہ

محمدؐ کا عالی مقام اللہ اللہ
رسولوں کے ہیں وہ امام اللہ اللہ
خدا بھیجتا ہے سدا اُن کے اُوپر
کروڑوں صلوٰۃ و سلام اللہ اللہ!
سمک سے سما تک حکومت ہے اُن کی
جہاں سارا ان کا غلام اللہ اللہ
بلالِ حبش نے بھی کیا شان پائی
غلامانِ احمد میں نام اللہ اللہ
شفا ملتی ہے ان کے در سے مریضو!
پلاتے ہیں صحت کا جام اللہ اللہ
مدینے میں شمع فروزاں ہوئی ہے،
پتنگوں کا ہے اژدہام اللہ اللہ
حبیبِ خدا وُہ رسُولِ معظّم!
لقب پایا خیر الانام اللہ اللہ
پڑھی جس کے پیچھے نماز انبیاء نے
ہے نبیوں کا بس وہ امام اللہ اللہ
ستائش کے قابل ہے نعتِ نبی ہے!

غلام رسول گوہر

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ اور بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہمارا اللہ اور آخرت یعنے قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ قیامت کے دن کو یوم آخر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ تمام دنوں کا آخر اور پچھلا دن ہے۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ اور وہ ایماندار نہیں ۔ جمع کے صیغوں (ھم اور مومنین) میں لفظِ مَنْ کے معنی کی جو کہ عام ہے رعایت کی گئی ہے اور یقول میں جو مفرد کا صیغہ ہے۔ اس کے لفظ کی رعایت کی گئی ہے کہ وہ بھی مفرد ہے۔
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ وہ اللہ کو اور ایمانداروں کو دلوں میں کفر چھپا کر اس کے خلاف کا یعنے اسلام کا اظہار کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے آپ سے کفر کے احکام کو روکیں۔
وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ اور وہ نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اس لئے کہ ان کے دھوکہ کا وبال اور ضرر آخر کار انہیں پر آکر گرتا ہے۔ ایمانداروں کو دھوکہ دینا اس لئے ناممکن ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ان کو زک پہنچانے کے لئے جو چال چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس سے آگاہ فرما دیتا ہے اور نبی ایمانداروں کو مطلع کر دیتا ہے۔ دنیوی ناکامی کے بعد آخرت میں ان کو عذاب بھی ہوگا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۔ اور وہ جانتے نہیں کہ ان کا دھوکہ انہیں کی جانوں پر پڑتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ یہاں مخادعت ۔ عاقبت اللص کی طرح ایک ہی طرف سے ہے
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ان کے دلوں میں مرض ہے (یعنی شک اور نفاق) جو ان کے دلوں کو بیمار اور کمزور کر دیتا ہے۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۔ پس بڑھایا اللہ نے ان کا مرض۔ اس طرح کہ اس نے اپنے رسول پر قرآن اتارا اور انہوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ جوں جوں قرآن کا نزول ہوتا رہا ان کا انکار بڑھتا اور زیادہ ہوتا گیا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ الیم مؤلم لام کے فتح اسم المفعول کے معنے میں ہے بِمَا كَانُوْا يُكَذِّبُوْنَ : اگر تشدید سے پڑھیں تو معنی ہوں گے وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلاتے ہیں۔ اگر تخفیف کے ساتھ پڑھیں تو معنی ہوں گے کہ وہ اپنے قول آمنا میں جھوٹے ہیں۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
اور جب ان کو کہا جائے : لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ کہ تم زمین میں یعنی کفر نہ کرو اور لوگوں کو ایمان لانے سے نہ روکو قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ تو کہتے ہیں۔ ہم فسادی نہیں یعنے ہم جو کام کرتے ہیں وہ فساد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ الا : خبردار۔ یہ حرف تنبیہ ہے۔ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ

وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ - بیشک وہی فسادی ہیں۔ لیکن وہ اپنے فساد کو جانتے نہیں۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا
كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ اور جب انہیں کہا جائے کہ تم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور مخلص ایمانداروں کی
طرح ایمان لاؤ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے وہ جاہل اور نادان ایمان
لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرماتے ہوئے فرمایا: اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ خبردار
وہی نادان اور جاہل ہیں۔ لیکن وہ اپنی جہالت اور نادانی جانتے نہیں۔ وَاِذَا لَقُوْا اور جب وہ ملتے ہیں۔
(لَقُوْا اصل میں لَقِيُوْا تھا۔ یا کے ضمہ کو اس کے ثقل کی وجہ سے گرا دیا گیا اور پھر خود یا بھی واؤ ساکنہ کے التقاء سے
گر گئی۔ اور لَقُوْا ہو گیا) الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا ۔ ان لوگوں سے جو مخلص ایماندار ہیں تو کہتے ہیں،
ہم ایماندار ہیں۔ اور جب پھرتے ہیں۔ اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ اپنے شیطانوں یعنی سرداروں کی طرف قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
تو کہتے ہیں دین میں ہم تمہارے ساتھ ہیں اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ہم تو محض ان سے ٹھٹھا مخول کرتے ہیں۔
یعنے خالی خولی زبانی ایمان کا اظہار کر کے ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اللہ ان کو ٹھٹھا کرتے ہیں۔
یعنی ان کو جو وہ ایمانداروں سے ٹھٹھا کرتے ہیں اس کا بدلہ دیتا ہے۔ (عربی زبان میں فعل کی جزا کو بھی فعل کے نام سے
تعبیر کرتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ ٹھٹھا کرے) وَيَمُدُّهُمْ اور ان کو مہلت دیتا ہے۔
فِيْ طُغْيَانِهِمْ ان کی سرکشی میں یعنے ان کو کفر میں حد سے تجاوز کرنے کی مہلت دیتا ہے۔ (جلدی گرفت نہیں
کرتا) يَعْمَهُوْنَ کہ وہ حیران ہو کر پھریں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یہی وہ
لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کی۔ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ پس نہ نفع دیا ان کو تجارت
نے یعنے انہوں نے اس تجارت میں کہ ہدایت کو ترک کر کے گمراہی مول لی۔ نفع نہ پایا۔ اس لئے کہ گمراہی اور کفر
کے سبب سے وہ آگ میں ابدالآباد جلیں گے۔ اور کبھی اس سے خلاصی نہیں پائیں گے جو محض خسارہ اور گھاٹا
ہی ہے۔ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۔ اور وہ اپنے کام میں راہ پانے والے نہیں۔ مَثَلُهُمْ ان کے نفاق
کی مثال كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۔ اس شخص کے حال کی مانند ہے جس نے جلائی۔ نَارًا ۔ آگ اندھیروں
میں۔ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ پس جب اس نے روشن کیا مَا حَوْلَهٗ جلانے والے کے گرداگرد کو۔ جس سے اس نے
اپنے گرداگرد کو دیکھا اور آگ سے فائدہ اٹھایا اور خوف والی چیزوں سے امن پایا۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ تو
اللہ اس کے نور کو لے گیا۔ یعنی اس نے آگ کو بجھا دیا۔ هُمْ کی ضمیر میں جو جمع ہے۔ الذی کے معنی کی رعایت رکھی گئی ہے وَ
تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ـــ اور کر چھوڑا اس نے ان کو اندھیروں میں کہ وہ نہیں دیکھتے،
یعنی جو چیز ان کے گرداگرد ہے اس کو نہیں دیکھتے۔ اور متحیر اور سرگرداں اور راستے سے بھٹکے ہوئے اور خوف زدہ
ہیں۔ ایسا ہی حال ہے منافقین کا جو صرف زبان سے کلمۂ اسلام پڑھتے ہیں۔ اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔ جب انہیں
موت آتی ہے۔ تو جو ایمان کی آگ انہوں نے جلائی تھی وہ بجھ جاتی ہے اور طرح طرح کے خطرات میں گھر جاتے ہیں۔ صُمٌّ ۔ وہ بہرے ہیں
یعنی حق کو سنتے نہیں۔ بُكْمٌ ۔ وہ گونگے ہیں یعنی حق بات کہتے نہیں۔ عُمْيٌ ۔ وہ اندھے ہیں ۔ یعنی ہدایت کے رستے پر نہیں چلتے

فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ - پس وہ گمراہی سے باز نہیں آئیں گے۔ اَوْ یا ان کی مثال کَصَیِّبٍ مانند موسلا دھار بارش کے ہے۔ یعنی ان لوگوں کی طرح جو بارش میں گھرے ہوئے ہیں۔ صیب صاب یصوب سے ہے۔ اس کا اصلی صیوب ہے اور صاب کے معنی نزل یعنی اترا کے ہیں۔ مِنَ السَّمَاءِ جو آسمان سے اتری یعنی بادل سے فِيْهِ اس میں ظُلُمٰتٌ تہ بر تہ تاریکیاں ہیں۔ وَرَعْدٌ اور گرج ہے۔ رعد اس فرشتہ کا نام ہے جو بادل پر مؤکل ہے اور کہا گیا ہے کہ رعد اس کی آواز کا نام ہے۔ وَبَرْقٌ اور بجلی۔ بجلی سے مراد اس کے کوڑے کی چمک ہے جس سے وہ بادل کو چلاتا ہے۔ يَجْعَلُوْنَ - یعنے بارش میں گھرے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ اَصَابِعَهُمْ اپنی انگلیوں کو یعنے پوروں کو فِیْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں مِنَ الصَّوَاعِقِ کڑک یعنی رعد کی سخت آواز سے تاکہ وہ اس کی آواز نہ سنیں۔ حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے خوف سے۔ کہ کہیں وہ آواز کی شدت سے مر ہی نہ جائیں۔ منافقین کا نزولِ قرآن کے وقت یہی حال تھا۔ قرآن بارش کی مانند ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا۔ اس میں جو کفر کا ذکر ہے وہ ان منافقوں کے اندھیروں کے مشابہ ہے۔ یعنی اس کے ذکر سے گھبراتے ہیں۔ اور قرآن میں جو وعیدیں ہیں۔ وہ رعد کی مثال ہیں۔ کہ ان کو سننا گوارہ نہیں کرتے۔ اس سے بھاگتے ہیں۔ اور قرآن میں اسلام کی حقانیت اور رسول کی صداقت پر جو حجج اور روشن دلائل ہیں۔ وہ برق کی مشابہ ہیں۔ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کے سننے سے اپنے کانوں میں اس خوف سے انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں ان کی طبائع اور قلوب اسلام کی طرف مائل نہ ہو جائیں اس لئے کہ ان کے لیئے آبائی دین کی ترک اور نئے دین کا قبول کرنا موت کے مترادف تھا۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ - اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ پس وہ اس سے بھاگ کر کہیں بھی نہیں جا سکتے۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ قریب ہے کہ بجلی بسرعت تمام اچک لے جائے ان کی بینائیوں کو (ابصار جمع بصر کی ہے اور بصر سے مراد بصارت یا بینائی ہے اور کبھی بصر کا اطلاق آنکھ پر بھی کیا جاتا ہے) كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ - پس جب ان کے لئے روشنی ہوتی ہے تو چلتے ہیں اس میں وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا اور جب ان پر ...... (بجلی چمکنے کے بعد) اندھیرا ہو جاتا ہے تو چلنے سے ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ ان کے قرآنی حجج و دلائل سے اپنے دلوں کو دوکنے کی مثال ہے یعنے قرآن میں جو چیز ان کی طبع کے موافق ہوتی ہے اس کو وہ چاہنے لگتے ہیں۔ اور جو ان کی طبع کے خلاف ہو اس کے اختیار کرنے سے رک جاتے ہیں۔ یا ان کا یہ حال ہے کہ جو چیز قرآن میں ان کی طبیعت کو محبوب ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جو غیر محبوب ہے اس کے ماننے میں توقف کرتے ہیں۔ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں ہی کو (جڑھ سے اکھاڑ کر) لے جائے۔ وَاَبْصَارِهِمْ اور ان کی ظاہری آنکھوں کو بھی جس طرح وہ ان کی باطنی آنکھوں کو لے گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور مذکورہ اشیاء کا بالکل لے جانا بھی اس کی قدرت میں داخل ہے۔

فوائدِ تفسیری :

۱۔ وَمِنَ النَّاسِ سے بیکر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیر تک تمام آیات میں منافقین کا ذکر ہے۔ منافقین کا ذکر کفار کی بہ نسبت زیادہ تفصیل اور وضاحت سے اس لئے فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے یہ کافروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اس لئے کہ ان کا حال مخفی ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی اور الہام الٰہی سے معلوم ہوا۔ ان کا ظاہر چونکہ مسلمانوں جیسا ہے۔ اس لئے ان کے شر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ کفار کا حال بالکل ظاہر ہے۔ ان سے بچنا بہت آسان ہے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد خیریت مہد میں کفر و ایمان کے ما بین۔ نفاق کی بھی ایک حالت تھی یعنی اس زمان کے لوگوں کو ان کے عمل و کردار اور اعتقاد کی بنا پر تین گروہوں میں بانٹا گیا ہے۔ ایماندار۔ منافق اور کافر۔ ایماندار وہ ہیں جو دل سے حق کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ یعنی ان کا دل اور ان کی زبان حق کی تصدیق میں مختلف نہیں۔ منافق وہ ہیں جو صرف زبان سے تو توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے مگر دل سے وہ اس کے منکر تھے۔ کافر وہ ہیں جو زبان و دل دونوں سے حق کا انکار کرتے تھے۔ وحی کے انقطاع کے بعد صرف دو چیزیں باقی رہ گئیں۔ ایمان یا کفر۔ اب آدمی یا ایمان دار ہوگا یا کافر۔ منافق نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایماندار میں منافقوں کی سی خصلتیں پائی جائیں مگر اس کو منافق کہنا درست نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہیں گے کہ اس میں نفاق کی خصلت پائی جاتی ہے مثلاً جھوٹ۔ وعدہ خلافی امانت میں خیانت۔ جھگڑے کے وقت گالی گلوچ۔ آج یہ خصائل مسلمانوں میں عام ہیں۔ مگر کسی کو منافق نہیں کہا گیا اس لئے کہ اس کے قلب [illegible] کا حال کسی کو یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا۔

۲۔ یُخٰدِعُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ باب مفاعلۃ سے ہے۔ اس باب کا خاصہ یہ ہے کہ اصل فعل میں فاعل اور مفعول شریک ہوتے ہیں۔ جیسے ضَارَبَ زَیْدٌ عَمْرًا مارا زید نے عمر کو اور مارا عمر نے زید کو۔ اس اعتبار سے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یخادعون اللّٰہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللّٰہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللّٰہ ان کو دھوکہ دیتا ہے حالانکہ اللّٰہ تعالےٰ کی ذات برتر اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کو دھوکہ یا فریب دے۔ اس لئے کہ دھوکہ یا فریب دینا عاجز کا کام ہے اور اللّٰہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا کہ باب مفاعلت اگرچہ جانبین کی شرکت کے لئے ہوتا ہے۔ مگر یہاں اس کے معنی جانبین سے نہیں صرف ایک ہی جانب سے ہیں یعنی صرف وہ اللّٰہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور باب مفاعلۃ کا ایک جانب سے ہونا کلام عرب میں جاری و ساری ہے۔ جیسے بادشاہ نے کہا عَاقَبْتُ اللِّصَّ میں نے چور کو سزا دی۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ چور نے بھی بادشاہ کو سزا دی۔ جس طرح یہاں فعل ایک جانب سے ہے اسی طرح وہاں بھی ایک جانب سے ہے۔ دوسرا سوال یہاں یہ وارد ہوتا ہے کہ جس طرح اللّٰہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کو دھوکہ دے وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کو دھوکہ دے۔ اس لئے کہ دھوکہ کے معنی کسی کے ساتھ کوئی ایسی خفیہ چال چلنی ہے جس کا اس کو علم نہ ہو۔ اللّٰہ تعالےٰ پر تو کوئی چیز مخفی ہے ہی نہیں تو پھر اس کو کوئی دھوکہ کس طرح دے سکتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں جو اللّٰہ کو دھوکہ دینے کی نسبت ہے۔ وہ حقیقت

کے اعتبار سے نہیں۔ بلکہ مجازاً ان کے اپنے زعم یا گمان کے مطابق ہے۔ کہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) یا اللہ تعالےٰ نے ان کے ایمان داروں کو دھوکہ دینے کی نسبت شفقت و محبت کی وجہ سے جو اس کو ایمانداروں سے ہے اپنی طرف فرمائی۔ یعنے یخادعون اللہ کے معنی ہیں یخادعون عباد اللہ۔ وہ اللہ کے بندوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ مدارک میں یخادعون اللہ کی تفسیر میں کہا ہے ای رسول اللہ۔ یعنے وہ اللہ کے رسول کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مضاف کو حذف کر کے اس کی جگہ مضاف الیہ کو رکھنے کی مثال یہ قول وَ اسْئَلِ الْقَرْیَۃ ہے۔ قریۃ سے پوچھ۔ یعنے قریۃ والوں سے پوچھ۔ یہاں اہل جو قریۃ کا مضاف ہے اور قریۃ کو جو اس کا مضاف الیہ ہے اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا ہے۔ تفسیر خازن میں یخادعون اللہ کی تفسیر یخالفون اللہ سے کی ہے یعنی وہ اللہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۳) منافقوں کے دلوں میں جو اسلام کی بابت شک تھا اس کو مرض اس لئے فرمایا گیا کہ جسطرح مرض جسم کو کمزور کرتی ہے شک بھی یقین کو کمزور کرتا ہے۔

(۴) منافقوں کا ایمانداروں کے متعلق یہ کہنا کہ ہم ان جاہلوں اور بے وقوفوں کیطرح ایمان لائیں۔ یہ ان کے نفاق اور حال کے حسب کو وہ چھپاتے تھے امنافی ہے۔ یعنے منافقوں سے جبکہ وہ کفر کو اپنے باطن میں چھپا کر ظاہراً ایمان کا اظہار کرتے ہیں ان کیلئے کب درست ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے اصحاب کو جاہل اور بے وقوف کہیں۔ اس سے تو ان کے نفاق کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹتا نظر آتا ہے۔

نہیں کہی تھی۔ بلکہ تنہائی میں آپس میں کہی تھی۔

کانوا یظہرون ھذا القول فیما بینہم لا عند المومنین فاخبر اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ و المومنین بذالک۔ (خازن جلد اول)

وہ ظاہر کرتے تھے یہ قول آپس میں نہ نزدیک ایمانداروں کے پس خبر دی اللہ نے اپنے نبی کو اس بات کی۔

اس کے متعلق تفسیر خازن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ عبد اللہ بن ابی اور اس کے دوست باہر نکلے کہ اچانک سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آ رہے تھے۔ عبد اللہ بن ابی نے اپنے دوستوں کو کہا۔ دیکھو میں ان احمقوں کو تمہاری طرف سے کس طرح پھیرتا ہوں۔ پھر اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا مرحبا اے صدیق۔ بنی تیم کے سردار اور اسلام کے شیخ اور غار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی اور آپ پر اپنی جان و مال خرچ کرنے والے۔ پھر حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور کہا مرحبا اے بنی عدی ابن کعب کے سردار اور فاروق اور اللہ کے دین میں قوی اور اپنی جان و مال رسول اللہ پر خرچ کرنے والے پھر اس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور کہا مرحبا اے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے داماد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام بنی ہاشم کے سردار۔ حضرت علی نے اس کو کہا اے دشمن خدا۔ اللہ سے ڈر اور منافقت نہ کر۔ اس لئے کہ منافقین اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔ اس نے کہا اے ابو الحسن ایسا نہ فرمائیں۔ میں یہ باتیں منافقت سے نہیں کہتا۔ اللہ کی قسم ہے ہمارا ایمان تمہارے ایمان کیطرح اور ہماری

اس کے بعد جب عبداللہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو اس نے ان کو کہا بتاؤ میں نے کیا کام کیا۔ انہوں نے اس کی بڑی تعریف کی۔

(۵) منافقوں کی پہلی مثال کا ماحصل یہ ہے کہ جب انہوں نے ایمان کی آگ جلائی یعنی زبان سے کلمہ توحید پڑھا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا تو ان کو اس سے فائدہ ہوا کہ ان کو اپنی جانوں اور مالوں، اور اولاد پر امن حاصل ہوا۔ یعنی ان سے قتل و قتال کو روک لیا گیا۔ اور انہوں نے نکاح کے ساتھ مسلمانوں سے رشتہ داریاں قائم کر لیں اور اموال غنیمت میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اور جب وہ مرے اور ایمان کا ظاہری اور بناوٹی نور بجھ گیا تو وہ پھر اندھیرے اور خوف میں پھنس گئے یعنی قبر کے اندھیرے اور عذاب میں پکڑے گئے اور وہ ایمان ان کے کام نہ آیا۔

(۶) دوسری مثال کا ماحصل یہ ہے کہ قرآن کی مثال بارش کی ہے۔ اس لئے کہ اس میں جس طرح بارش میں زمین کی زندگی ہے، دلوں کی زندگی ہے اور قرآن میں جو کفر اور شرک اور نفاق کا ذکر ہے وہ ظلمات کی مثال ہے۔ اور جو اس میں وعید اور نار کا ذکر ہے وہ رعد کی مثال ہے۔ اور جو اس میں ہدایت اور بیان اور وعد اور جنت کا ذکر ہے وہ برق کی مثال ہے۔ اس کو کافروں اور منافقوں پر اس طرح چسپاں کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کے پڑھنے کے وقت وہ اپنے کانوں میں اس خوف سے انگلیاں ڈال لیتے ہیں کہ کہیں ان کے دل اس کی تاثیر سے اس کی طرف مائل نہ ہو جائیں

ایمان لانا ان کے نزدیک موت سے کم نہیں۔ اور جب قرآن میں کسی چیز کے عطا کرنے اور لینے کا ذکر آتا ہے۔ یا ان کو بغیر امتحان اور آزمائش کے چھوڑا جاتا ہے تو وہ اسلام کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ اور جب قرآن میں ایسے احکام کا ذکر آتا ہے جن سے مخلصین کا امتحان مقصود ہوتا ہے تو حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ بعض نے کہا جب بھی مال غنیمت کو پاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب کوئی سختی نازل ہوتی دیکھتے ہیں تو ٹھہر جاتے ہیں۔

حدیث

عن عمرو بن میمون الاودی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل و ھو یعظہ اغتنم خمسا قبل خمس شبابک قبل ھرمک وصحتک قبل سقمک وغناک قبل فقرک وفراغک قبل شغلک وحیاتک قبل موتک۔

عمر بن میمون اودی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اس کو نصیحت دیتے ہوئے۔ پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان

اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے
اپنی تندرستی کو اپنی بیماری سے پہلے
اپنی غنا کو اپنے فقر سے پہلے
اپنی فراغت کو اپنے شغل سے پہلے

نور محمد نور خالدی

یادِ رفتگاں

اٹھی نقاب جلوہ دکھا کر چلے گئے
بندوں کو اپنا بندہ بنا کر چلے گئے

دل سے خودی کا نقش مٹا کر چلے گئے
توحید کا وہ جام پلا کر چلے گئے

میخانے والے مست بنا کر چلے گئے

اللہ نے اُن کو ساقیٔ کوثر بنا دیا
صدیق نے وہ جامِ محبت عطا کیا

حیدر نے آ کے ہر درِ میخانہ وا کیا
مژدہ دیا کہ ہوگا لقب رند ساقیا

آدابِ میکشی کے سکھا کر چلے گئے

ہر مست کو شرابِ طہورہ سے کام تھا
صدیقی، حیدری کوئی فاروقی جام تھا

عثمانی، جعفری، حسنی مے کا نام تھا
صدق و صفا میں غرق ہر اک خاص و عام تھا

ہر میکدے کا راز بتا کر چلے گئے

ساقی ہزاروں چشتی و صابر قلندری
تھے سہروردی اور نظامی و قادری

وہ نقشبند، گنج شکر اور کلیری
تھی شان عاشقی میں عجب شان دلبری

ہر رنگ میں وہ جلوا دکھا کر چلے گئے

شبلی بنا کوئی کوئی عطار بن گیا
بصرہ میں کوئی تیرا خریدار بن گیا

سرمدؔ کٹا کے سر کو سبکسار بن گیا
منصور تھا کہ مستِ سرِ دار بن گیا

سب اپنا اپنا رنگ جما کر چلے گئے

مستوں نے اگر مستی میں پردہ اٹھا دیا جب قم اذنی کہدیا مردہ جلا دیا
جذبے میں آگئے عرش کا پایا ہلا دیا چاہا جسے خدا سے ملانا ملا دیا

گم کردہ رہ کو راہ بتا کر چلے گئے

باقی ہے اب بھی مے کوئی میخوار ہی نہیں ارزاں ہے جنس کوئی خریدار ہی نہیں
یوسف تو ہے مصر کا بازار ہی نہیں رندوں کو مے سے عشق نہیں پیار ہی نہیں

خُم توڑ ڈالے جام اٹھا کر چلے گئے

مے ہے نہ اب سبو ہے نہ ساغر نہ جام ہے مینا نہ ہے ہاتھ میں نہ مے تشنہ کام ہے
یہ میکدہ ہے یا کوئی ہُو کا مقام ہے باقی جو رہ گیا وہ فقط تیرا نام ہے

آئے ساقی پی کے پلا کر چلے گئے

میکش بغیر نام کے میخانے رہ گئے یعنی چھلک چھلک کے یہ پیمانے رہ گئے
دیوانگی رہی نہ وہ دیوانے رہ گئے مستوں کے نور دنیا میں افسانے رہ گئے

وہ لطف زندگی کا اٹھا کر چلے گئے

ہدیہ تہنیت

ادارہ انوار صوفیہ حضرت مولانا الحاج جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب و دیگر اکابر آستانہ عالیہ علی پور شریف کی خدمت میں بصد مسرت و شادمانی پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کے ہاں بیٹی کی ولادت پر ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ نومولودہ کو لمبی عمر اور صحت عطا فرمائے ۔

آمین

اطلاع عام

ہر خاص و عام کو اطلاع دیجاتی ہے کہ مسمی عبدالمجید عرف مستان شاہ ولد حافظ غلام احمد شیخ ساکن ملتان قبل ازیں یہ شخص ہمارا مرید تھا۔ چونکہ اس شخص نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اس لئے ہم نے آج اس کا نام زمرہ مریدوں سے خارج کر دیا ہے لہذا کوئی شخص اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے۔ چونکہ مذکورہ بالا شخص ہمارا خلیفہ مجاز نہیں اور ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔

المشتہر

غلام رسول گوہر

مہنگائی یا قحط کس کے لئے ہے؟

امیروں کے لئے یا غریبوں کے لئے

اشیاء ضرورت کا نایاب ہونا یا اس میں اس حد تک قلت کا آ جانا کہ عوام کی طاقت اس کی خرید سے عاجز آ جائے، اس کو خشک سالی یا قحط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ازمنہ سابقہ میں بھی لوگ قحط سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔ قرآن پاک نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے قحط کا جو سات سال رہا ذکر کیا ہے۔ اس قحط میں لوگوں نے اشیاء صرف حاصل کرنے کے لئے نقد یعنی سونا چاندی دے ڈالا۔ پھر انہوں نے اپنے غلاموں باندیوں اور مال مویشی کو فروخت کر دیا۔ اس کے بعد قحط سے بچنے اور اشیاء ضرورت حاصل کرنے کے لئے انہوں نے زمینیں اور مکان فروخت کر دیئے۔ اس کے بعد جب ان کے پاس کچھ نہ رہا تو انہوں نے اپنی پیاری اولاد بیٹے اور بیٹیاں بھی غلہ اور اناج حاصل کرنے کے لئے فروخت کر دیں۔ اس کے بعد انہوں نے یوسف علیہ السلام کو جن کے پاس غلہ تھا، اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ ہمیں غلامی میں قبول کر لیا جائے اور کھانا دیا جائے۔ اس قحط عظیم نے کنعان میں آل یعقوب کو بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ وہ بھی حقیر پونجی جو ان کے پاس تھی مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اپنے اہل و عیال کے لئے غلہ لینے کے لئے آئے۔ قرآن نے اس قحط کا بھی ذکر فرمایا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہجرت فرمانے کے بعد مکہ مکرمہ میں رونما ہوئی جس میں انہوں نے وہ چیزیں کھائیں جو انسانی خوراک میں داخل نہیں ہیں۔ قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ ہم تم پر بھوک اور خوف مسلط کر کے اور تمہارے اموال، اولاد اور باغوں اور کھیتوں کو کسی غیبی آفت سے تباہ کر کے ہم تمہارا امتحان لیتے ہیں۔ ان حالات میں جو تمہارا اپنے رب سے عبدیت کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تم کس طرح باقی رکھتے ہو۔ نزول مصائب کی علت غائیہ یہی ہے کہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے گلہ شکایت نہ کریں۔ جس طرح وقت گذر سکتا ہے اسی طرح گذاریں اور سمجھیں کہ رب ہمارا امتحان لے رہا ہے یہ شدت عارضی اور چند روزہ ہے۔ اگر میں راضی برضا ہو کر فریضہ طاعت و عبادت بجا لاتا رہوں گا۔ تو یقیناً میرا رب میرے اوپر رحمت کا دروازہ کھول دے گا اور رزق کی وسعت سے ہم کنار کرے گا سکون و اطمینان کا دور دورہ ہو گا۔

کبھی قحط بندوں پر عذاب کے طور پہ آتا ہے اور کبھی صرف بندوں کا امتحان ہی مقصود ہوتا ہے۔ اس بات کا معلوم کرنا کہ یہ قحط امتحانی ہے یا عذابی ہے اپنے حالات میں غور کرنے سے عیاں ہوتا ہے۔ اگر ہم سب کے سب فریضہ عبادت کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرتے اور فسق و فجور میں مبتلا نہیں

ہیں تو مان لینا چاہیئے کہ یہ قحط امتحانی ہے۔ جیسا کہ
حضرت ایوب علیہ السلام پر کئی مصائب کا نزول ہوا۔
اور وہ راضی برضا رہے اور اگر ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے
اکثر فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ فرائض خداوندی کے تارک
اور کبائر کا ارتکاب بے باکانہ کر رہے ہیں۔ جو چیزیں
حرام ہیں ان کو یوں آزادی سے استعمال کیا جا رہا ہے
جیسے کہ وہ حلال اور مباح ہیں۔ مثلاً شراب نوشی زنا
بدکاری۔ رشوت۔ امانت میں خیانت۔ سود خوری
قمار بازی۔ عورت کی آزادی اور اس کا بے حجاب
آزادی سے ننگے منہ پھرنا۔ نامحرموں کے ساتھ اختلاط کرنا
وغیرہ وغیرہ تو پھر یقین سے جان لینا چاہیئے کہ یہ قحط
جو ہم پر مسلط کیا گیا ہے ہم پر عذاب بن کر آیا ہے
اس سے نجات کا یہی طریقہ ہے کہ ہم معاصی سے
توبہ کریں اور نیکی کی راہ اختیار کریں۔

آج اپنی معیشت میں ہم کو جو پریشانی ہے محتاج
تعارف نہیں۔ کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس نے مہنگائی
کا لباس نہ پہنا ہو۔ یہاں تک کہ مٹی اور ریت جو کسی
صنعت کار کی صنعت سے یا اس کے کارخانہ سے تیار
ہو کر باہر نہیں نکلتی وہ بھی اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ
کبھی کسی برکت د۔ حکومت کے زمانہ میں اس بھاؤ گڑ
شکر بکا کرتا تھا۔ عوام اور ملک کے غرباء و فقرا کو قحط
اور مہنگائی سے جو تنگی پہنچ رہی ہے امیر اور دولت مند
لوگ جن کے پاس سونا اور چاندی، روپیہ پیسہ ڈھیروں
ہے وہ اس کا احساس نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ وہ
اپنی دولت سے ہر وقت مہنگائی کے حملوں کو پسپا کر
سکتے ہیں۔ گھی۔ دودھ۔ دہی۔ گوشت۔ چینی۔ آٹا
چاول جو نہایت ضرورت کی چیزیں ہیں۔ بلکہ ان کو اگر
زندگی کا ستون کہا جائے تو بجا نہ ہوگا۔ امیروں کو ان
کے خریدنے میں ذرہ بھر بھی تنگی اور پریشانی محسوس نہیں
ہوتی۔ قصابوں کی دوکانوں پر گوشت خوروں کی بھیڑ لگی ہوئی
ہے۔ بزازوں کی دوکانوں کو دیکھو تو وہاں ایک ہجوم نظر آتا
ہے۔ سناروں کی دوکانوں کو دیکھو تو وہ بھری ہوئی ہیں سونے
کے زیورات بنوانے اور خریدنے والے بیٹھے ہیں۔ سناروں کو
اگر پیشاب آ جائے تو اس سے فراغت کی بھی فرصت نہیں
ہے۔ بیاہوں شادیوں میں چینی نایاب بلکہ نہایت مہنگی
تقریباً ساڑھے پانچ روپے سیر کے حساب سے بلیک
میں ملنے کے باوجود سینکڑوں دیگیں پلاؤ اور زردہ کی
پک رہی ہیں۔ آجکل تو امیروں میں یہ رواج پڑ گیا ہے
کہ بکرے کے گوشت کی بجائے مرغے کے گوشت کی کئی
دیگیں پکواتے ہیں۔ اور میز کرسی لگا کر کھانے والوں کی
بے باکی اور بے رحمی بھی قابل دید ہوتی ہے کہ گوشت کے
پیالے جب ان تک پہنچتے ہیں تو وہ ان پر گدوں اور
چیلوں کی طرح جھپٹتے ہیں۔ اور دیکھتے دیکھتے خالی کر کے
پکارتے ہیں۔ اور لاؤ۔

میں حیران ہوں۔ یہ چاول۔ یہ چینی۔ یہ گھی۔ یہ گوشت
جس کے لئے عوام بے قرار اور نہایت تنگی میں ہیں۔
اور ان کے لئے بازار سے گویا یہ چیزیں نایاب ہیں۔ ان
قارونانِ زمانہ کے لئے کہاں سے آ گئیں۔ عوام جن کی حکومت
ہے، ان کے ذہن تک ان چیزوں کے تصور سے خالی ہو
گئے ہیں اور یہ سرمایہ دار جن کی حکومت نہیں ہے ان
کی معیشت اور کھانے پینے کے پروگراموں میں ایک ذرہ
کے برابر فرق نہیں آیا۔ عوام کو ایک پیالی چائے کے
لئے چینی میسر نہیں۔ اور ان خواص کو سینکڑوں زردہ
دیگوں کے لئے چینی کہاں سے نازل ہو گئی۔ چاہ تو پھر

بیاہ ہے۔ یعنی بہت بڑی تقریب ہے جس پر ایک غریب بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کر دیتا ہے۔ آج تو عقیقہ، منگنی۔ مہندی کی معمولی تقریبات پر بھی ہزاروں لوگ ہزاروں روپے خرچ کرتے نظر آتے ہیں۔

حلوائیوں کی دوکانوں کی سیر کرو۔ دور سے مٹھائیوں کی زیارت کرنا۔ ہاتھ نہ لگانا ان کا کھانا خریدنا غریبوں کے بس کا روگ نہیں ہے اس لئے کہ ایک لڈو کی قیمت ایک روپے سے ہرگز کم نہیں ہو گی اور کم ہو تو کیوں ہو جب کہ معلوم بازار میں عوامی حکومت میں ۹ روپے سیر ہو گیا ہے اور اس کا ایک دانہ جو وزن میں دو چھٹانک کے قریب ہے ایک روپے بیس پیسہ قیمت رکھتا ہے تو مٹھائی کی ایک ڈلی یا اس کی ایک کتر ایک روپے سے کم ہو کر اپنی قدر کو کیوں ضائع کرے۔ وہاں بھی آپ کو یہ تماشہ نظر آئے گا کہ وہ بیکار مکھیاں نہیں مار رہا ہو گا۔ بلکہ وہ گاہک مار رہا ہو گا۔ لوگ اس کے سامنے کھڑے رحم طلب نظروں کے خواہش مند ہوں گے کہ وہ مہربانی فرماتے ہوئے ڈبہ میں کم از کم چار سیر مٹھائی ڈال دے اور منہ مانگی قیمت وصول کر کے رخصت فرمائے۔ پھلوں کی طرف بھی آؤ یہ بھی دولت مندوں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے کیلے کا ایک عدد دانہ یعنی ایک عدد کیلا پچیس پیسے کا بکتا ہے ایک غریب آدمی جو مشکل سے صبح سے لے کر شام تک محنت مزدوری کر کے پانچ روپے کماتا ہے اور کم از کم اس کے گھر کے افراد چھ سات ہیں جنکی روٹی کا وہ کفیل ہے وہ ان کو ایک ایک کیلا کھلائے یا رات کو ان کے لئے ہانڈی روٹی کا انتظام کرے۔ المختصر یہ کہ عوام نہ پھل کھا سکتے ہیں نہ گوشت۔ گوشت تو کہیں رہ گیا وہ تو دال بھی نہیں پکا سکتے ہیں دال بھی اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ یہ پوچھتے ڈر لگتا ہے کہ کس بھاؤ دیتے ہو۔ جب ساری ہی چیزیں مہنگی ہیں اور صرف غریبوں کے لئے مہنگی ہیں امیروں کے لئے نہیں۔ ان کے پاس قارون کا خزانہ ہے۔ ان کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مہنگائی کے خلاف کوئی موثر احتجاج نہیں کیا جاتا۔ اور کرنا ممکن بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ حکومت کہہ سکتی ہے کہ عوام کے پاس بہت پیسہ ہے وہ تو سینما دیکھنا بھی ترک نہیں کرتے۔ اتنی رونق جمعہ کے روز مساجد میں نہیں ہوتی جتنی سینماؤں میں ہوتی ہے۔ اگر مہنگائی کا وجود ہو تو سینماؤں کے دروازوں پر قفل لگ جانا چاہیئے۔ اور کوئی اس طرف کا رخ نہ کرتا۔ اب ہم غریبوں کو اور ہم عوام کو سوچنا چاہیے کہ اس مہنگائی سے ہم کسطرح نپٹ سکتے ہیں۔ اس سے نپٹنے کا سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کی سنت پر عمل کریں۔ سختیوں پر صبر کریں۔ اور قناعت وکفایت کی عادت بنائیں۔ وہی چیزیں خریدیں جن پر زندگی کا انحصار ہے۔ زبان کو اس کے چٹخاروں سے بہت بڑی حد تک روکیں۔ کپڑے بھی ضرورت کے مطابق خریدیں اور ان کو اس وقت تک پہنتے رہیں کہ وہ پھٹ جائیں۔ مال میں جو تھوڑا بہت اپنے پاس ہے اسراف نہ کریں۔ اور خرچ اخراجات میں ان قارون زمانہ کی اتباع نہ کریں۔ ہر طرح سے سادہ زندگی گذاریں۔ سابقہ گناہوں سے توبہ کریں اللہ سے مغفرت اور معافی کا سوال کریں۔ پانچ وقت نماز پڑھیں۔ اسکا ذکر بہت زیادہ کریں۔ درود شریف کی کثرت کریں۔ اپنی زندگی کو اسلامی بنالیں پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کس طرح ہم پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہے۔ میرا یقین ہے اگر ہم اللہ اور اسکے رسول کی طرف جھکیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری جملہ پریشانیوں کو دور کر دیگا۔

بقا نظامی ۔ لاہور

نعت شریف

تجلیات مقابل ہیں چشمِ وا کے طفیل ! کلیمِ وقت ہوں احمدؐ کی خاکِ پا کے طفیل !

پلک جھپکتے ہی انساں کو مل گئی منزل تری شریعتِ کامل کی اقتدا کے طفیل !

نظر کو رویتِ باری کی اب تمیز ہوئی حضورؐ آپ کی شکلِ خدا نماؐ کے طفیل !

مجاز اور حقیقت میں فاصلے نہ رہے ! خدا گواہ اسی گوشۂ زہرا کے طفیل !

ضیائے روئے محمدؐ کا پوچھنا کیا ہے ہیں عرش و فرش بھی روشن اسی ضیا کے طفیل

ہمارا شوقِ اویسی ہی معتبر ٹھہرا ! قریب ہوتے گئے آہِ نارسا کے طفیل

ہم اپنے جرم و معاصی پہ ناز کرتے ہیں حضور آپ کے جود و کرم و عطا کے طفیل

برس رہی ہے زمانے پہ رحمتِ باری تمہاری زلفِ معنبر کی اس گھٹا کے طفیل

بشر کو آج بشارت ہے کبریائی کی
بقاؔ حضورؐ کی معراجِ ارتقا کے طفیل

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ماوراالنہر کے قصبہ روش میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام بختیار تھا اور قطب الدین لقب عرف عام میں کاکی کہلاتے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش کے زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ ڈیڑھ سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تعلیم و تربیت کی تمام منزلیں والدہ ماجدہ نے طے کرائیں۔ پانچ برس کی عمر کو پہنچے تھے کہ اس دور کے معروف بزرگ مولانا ابوحفص کی خدمت میں لائے گئے۔ اور وہیں تعلیم۔ علوم باطنی اور سلوک و تصوف کے آداب و طریق کے مرحلے طے کئے۔ سلوک و طریقت اور علوم باطن سے دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ خود کو عمر کے ابتدائی سالوں میں ہی ریاضت و مجاہدہ کے لئے وقف کر دیا۔ انہی دنوں ان کے گاؤں حضرت خواجہ معین الدین چشتی تشریف لے گئے۔ تو ان کے دست باصفا پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور سترہ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ حضرت خواجہ نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

خواجہ قطب الدین کے ملفوظات میں نہایت دلچسپ واقعات ملتے ہیں۔ جن میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

غزنی گئے تو وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی ہیں" ان کو جو روحانی فتوحات حاصل ہوتیں مریدوں کو باقاعدہ مطلع کرتے۔ دن بھر میں جو چیزیں کسی طرف سے ان کے پاس آتیں شام تک انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور جو رات کو ملتیں وہ صبح تک دے دیتے۔ بڑے چھوٹے۔ غریب امیر سب ان کے آستانہ سے حرماں نصیب نہ رہتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے۔ جن کے پاس لباس نہ ہوتا انہیں کپڑے عنایت فرماتے۔ وہ بہت ہی دریا دل اور متوکل علی اللہ تھے۔ میں نے ان کی زبان سے یہ الفاظ سنے کہ میں نے چالیس برس مجاہدہ و ریاضت میں بسر کئے۔ مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور نہ روشنی کی کوئی کرن دکھائی دی۔ لیکن جب کم بولنا۔ کم سونا۔ کم کھانا لوگوں سے کم ملنا شروع کیا تو تمام حجاب دور ہو گئے۔ اور روشنی نظر آئی۔ اب یہ حال ہے کہ عرش اور حجاب عظمت کی چیزیں بھی نگاہِ دل سے پوشیدہ نہیں ہیں"۔ یہ بات فوائد السالکین کی مجلسِ اول میں مرقوم ہیں۔

اسی سلسلے میں آگے چل کر فرماتے ہیں" ایک مرتبہ بحری سفر کر رہا تھا کہ ایک بہت بڑے بزرگ اور صاحبِ نعمت درویش کی زیارت سے بہرہ مند ہوا۔ شب و روز کے مجاہدہ سے ان کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جسم کے کسی حصہ میں گوشت باقی نہ رہا تھا۔ اور ہڈیاں صاف دکھائی

ہو کر لنگر خانہ میں چلے جاتے۔ جس میں ہزاروں من اشیائے اکل و شرب پڑی تھیں۔ ظہر کی نماز تک ان کی تقسیم میں مصروف رہتے۔ ہر آنے والے کو کھانا کھلاتے، پھٹے پرانے کپڑے والے کو حجرے میں لے جا کر اپنے ہاتھ سے کپڑے پہناتے۔ یہاں تک کہ لنگر خانے میں کوئی چیز باقی نہ رہتی۔ پھر مصلے پر بیٹھ جاتے۔ ان کا ارشاد تھا کہ جو کوئی آئے ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالتے اور جو کچھ ہوتا اس کو دے دیتے۔ میں چند روز اس بزرگ کی خدمت میں حاضر رہا۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ افطار کے وقت ان کے پاس صرف چار کھجوریں آئیں دو مجھے عنایت فرماتے اور دو خود کھاتے۔ ایک روز مجھ سے فرمایا درویش جب تک لوگوں کی صحبت و رفاقت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار نہ کرے اور کم کھانے کم سونے اور کم بولنے کو اپنا اصول نہ بنائے روحانیت کے بلند مقام پر فائز نہیں ہو سکتا۔

فوائد السالکین کی جلد اول ہی میں ان کے ملفوظات میں بحری سفر کا ایک اور واقعہ مرقوم ہے۔ فرماتے ہیں۔ "میں اپنے جگری دوست قاضی حمید الدین ناگوری کے ساتھ دریا کے کنارے بیٹھا تھا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بچھو تیزی سے جا رہا ہے۔ میں نے قاضی حمید الدین سے کہا۔ اس میں اللہ کا کوئی راز پوشیدہ ہے۔ ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور بچھو کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ بچھو ایک درخت کے نیچے پہنچا۔ وہاں ایک ہیبت ناک اژدھا پڑا تھا۔ بچھو نے جاتے ہی اس کو تیزی سے ڈنگ مارا اور اژدھا اسی وقت مر گیا۔ ہم نے دیکھا کہ قریب ہی ایک شخص گہری نیند سو رہا تھا۔ ہم وہاں رک گئے کہ یہ شخص نیند سے بیدار ہو تو اس سے بات کریں۔ ہم آہستہ آہستہ اس کے پاس پہنچے تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی اور وہ نشے میں بدمست تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا کہ اللہ نے اس نافرمان شخص پر اسقدر رحمت کیوں فرمائی۔ غیب سے آواز آئی کہ اگر ہم نیک اور پارسا لوگوں پر ہی نظر رکھیں۔ تو گناہ گاروں اور معصیت کیشوں کا پرسان حال کون ہو گا۔؟

چند لمحوں بعد وہ بدمست اٹھا تو قریب پڑے ہوئے اژدہے کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ ہم نے اس سے بچھو اور اژدہے کی تفصیل بیان کی تو وہ عرق ندامت میں ڈوب گیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہم نے سنا کہ اس بات کا اس پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بہت بزرگ ہو گیا۔ اور اس نے ستر مرتبہ پا پیادہ چل کر سعادت حج حاصل کی۔"

فوائد السالکین کی مجلس دوم کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ "میں اپنے دوست قاضی حمید الدین ناگوری کی معیت میں ایک شہر میں گیا تو وہاں بارہ افراد پر مشتمل ایک جماعت دیکھی ان میں ہر شخص عالم تحیر میں تھا۔ صرف نماز کے اوقات میں ان کو ہوش آتا" یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے حضرت فرید الدین عطار کو مخاطب کر کے فرمایا "اے فرید! انبیاء علیہم السلام معصوم اور اولیائے کرام محفوظ اس لئے ہیں کہ ان سے عالم سکر میں کسی خلاف شریعت فعل کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ میں اپنے مرشد خواجہ بزرگ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ واپسی پر ہم نے ایک شہر میں قیام کیا۔ جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ وہاں ہم نے ایک بزرگ کی زیارت کی جو ایک غار میں فروکش تھا۔ ان پر خوف خدا کا اس قدر غلبہ تھا کہ جسم پر گوشت بالکل دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ ہڈیوں

کا بجز نہ ہوتے تھے اور ایک چوب خشک کی مانند تھے۔ میرے مرشد خواجہ بزرگ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو تو چند روز یہاں قیام کیا جائے۔ میں نے مودبانہ عرض کیا جو حضور کی مرضی ہم نے ایک مہینہ وہاں قیام کیا۔ اس عرصے میں وہ بزرگ کسی روز تھوڑے سے وقفے کے لئے عالم صحو میں آئے۔ ہم نے سلام عرض کیا جواب دے کر فرمایا۔ عزیزو! تمہیں یہاں تکلیف تو ہوئی۔ مگر اس کا بہتر بدلہ پاؤ گے۔ کیونکہ جو شخص درویشوں کی خدمت کرتا ہے لازماً منزلِ مقصود پر پہنچتا ہے۔ پھر فرمایا عزیزو بیٹھ جاؤ۔ ہم بیٹھ گئے۔ تو اپنے متعلق انہوں نے بتایا کہ میں شیخ محمد اسلم طوسی کی اولاد سے ہوں۔ تیس برس سے اسی عالم تحیر میں ہوں مجھے شب و روز کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ آج صرف تمہارے لئے عالم صحو میں لایا ہے۔ اے عزیزو اب تمہیں اجازت ہے تم رخصت ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس زحمت کا نیک بدلہ عطا فرمائے۔ لیکن میری ایک بات یاد رکھنا ورنہ درویشی کی نعمت حاصل نہ ہوگی حق کی مشغولیت کے سوا اور کسی کی طرف عنان توجہ مبذول نہ کرنا۔ یہ کہہ کر وہ پھر عالم تحیر میں چلے گئے۔ اور ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اب حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ ہندوستان کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل جیسا کہ دلیل العارفین اور بعض دیگر تذکروں میں مرقوم ہے یہ ہے کہ آپ بغداد میں قیام پذیر تھے کہ معلوم ہوا ان کے مرشد خواجہ معین الدین چشتی خراسان سے ہندوستان تشریف لے جانے والے ہیں۔ چنانچہ آپ بغداد سے خراسان آئے اور مرشد [illegible] کے مشہور شہر [illegible] چلے گئے۔ وہاں

سے مرشد (یعنی خواجہ معین الدین چشتیؒ) کے حکم سے دہلی روانہ ہو گئے۔ دہلی جاتے ہوئے ملتان پہنچے۔ وہاں شیخ بہاؤ الدین زکریا سے ملاقات ہوئی۔ وہ نہایت شفقت اور انتہائی مہربانی سے پیش آئے۔ وہاں کئی دن قیام رہا۔ اسی اثناء میں مغلوں نے ہندوستان پر یورش کی جس سے حاکم ملتان قباچہ سخت پریشان ہوا۔ حضرت قطب کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست دعا کی۔ منقول ہے کہ انہی کی کرامات اور دعا سے مغلوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔

ملتان سے عازم دہلی ہوئے۔ تختِ دہلی پر سلطان شمس الدین التمش متمکن تھا۔ اسے ان کی آمد کی خبر پہنچی تو بے شمار خدم و حشم کے ساتھ ان کے خیر مقدم کے لئے آیا اور شاندار استقبال کیا۔ نیز ان کے قیام کا انتظام شہر کے اندر کرنے کی درخواست کی۔ لیکن انہوں نے کیلوکھری میں سکونت پسند کی۔ اس دوران میں سلطان التمش ہفتہ میں دو بار ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا۔ یہ آمد و رفت سلطان کے لئے سخت تکلیف کا باعث تھی۔ اور اس سے کاروبار سلطنت میں خلل پڑتا تھا۔ سلطان کی بار بار کی درخواست پر وہ شہر کے اندر رونی حصے میں قیام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور سیر العارفین کی روایت کے مطابق ملک عزیز الدین کی مسجد میں قیام کیا۔

اس زمانے میں شیخ الاسلام کا عہدہ بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ [illegible] التمش کے عہد حکومت میں جمال الدین بسطامی اس منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو اس عہدے کے قبول کرنے کی پیشکش التمش نے خواجہ بختیار کاکیؒ کو کی مگر انہوں [illegible]

کر دیا اور فرمایا کہ ہم درویش اور تارک الدنیا لوگ ہیں حکومت کے عہدہ و منصب سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ہم عہدوں کی خواہش میں پڑ کر اپنے آپ کو دنیا کی آلائشوں سے ملوث نہیں کرنا چاہتے۔"

ان کے انکار کے بعد ایلتمش نے یہ عہدہ نجم الدین صغریٰ کے سپرد کر دیا جو بہت بڑے بزرگ اور خواجہ عثمان ہرونی کے مرید تھے۔ لیکن خواجہ قطب کی ہمہ گیر مقبولیت کی وجہ سے بہت جلد ان کے دل میں ان کے خلاف حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔

کچھ عرصہ اسی حالت میں گذر گیا۔ اب خواجہ بختیار کاکی کو اپنے مرشد خواجہ معین الدین چشتیؒ کی یاد اور شوق دیدار نے بے حال کر دیا اور لکھا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں لیکن خواجہ معین الدین کے نزدیک ان کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ وہ ملاقات کے لئے خود دہلی تشریف لائے اور اس طرح اپنے عظیم مرید کی جلالتِ قدر کا اعتراف کیا اور ان کی عزت و احترام میں اضافے کا باعث بنے۔

چند روز کے بعد خواجہ معین الدینؒ نے خواجہ بختیار کاکی کے ساتھ اجمیر جانے کی خواہش ظاہر کی۔ جسے آپ نے منظور فرما لیا۔ مگر جانے لگے تو لوگوں کا بے پناہ ہجوم ہو گیا اور وہ زار و قطار رونے لگے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ انہیں دہلی میں ہی رہنے دیا جائے۔ لوگوں کے دلوں میں خواجہ قطب کے احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ جدھر جاتے اور قدم رکھتے لوگ وہاں کی خاک اٹھا کر تبرکاً آنکھوں اور چہروں کو ملتے۔ جب معین الدین نے ان کے ساتھ لوگوں کی یہ فریفتگی اور شگفتگی دیکھی تو فرمایا "بابا قطب! تم یہیں رہو یہ لوگ تم پر بہت فریفتہ ہیں۔ ہم تمہیں ساتھ لے جا کر ان کی حالت خراب نہیں کرنا چاہتے۔ چنانچہ وہ آخر وقت تک دہلی میں مقیم رہے۔

سلطان شمس الدین ایلتمش خواجہ قطب سے بہت متاثر تھا۔ وہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ اسے فقیروں غریبوں، مسکینوں، درویشوں اور رعایا کے تمام افراد پر بلا لحاظ مذہب و ملت دوستی اور نگہبانی کی تلقین فرماتے اور بادشاہ اس پر عمل کرتا۔

سلطانِ وقت اگرچہ بڑا فیاض تھا۔ رعایا پر ترس کرتا اور خواجہ بختیار کاکی کا مرید باصفا تھا۔ لیکن اس ارادت و نیازمندی کے باوجود جناب خواجہ کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا اور وہ بادشاہ سے کوئی چیز قبول نہ کرتے اور نہ اسے اپنی ضروریات سے مطلع فرماتے۔ کئی کئی روز فاقے میں گذر جاتے تو ان کی اہلیہ محترمہ پڑوس کے بقال کی بیوی سے ایک ٹنکہ یا ایک بہلول (اس وقت کے رائج سکے) قرض لے کر کھانے پینے کا انتظام کرتیں۔ کہیں سے کچھ مل جاتا تو یہ قرض ادا کر دیا جاتا۔ ایک روز بقال کی بیوی نے آپ کی اہلیہ محترمہ سے بطور طنز کہا "میں تمہیں قرض نہ دوں تو تمہارے بچے بھوکوں مر جائیں۔" قطب کو معلوم ہوا تو بیوی کو قرض لینے سے منع کر دیا اور فرمایا "حجرہ کے طاق میں سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر جس قدر کاک کی ضرورت ہو نکال لیا کرو اور بچوں کو کھلا دیا کرو۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتیں۔ اس لئے آپ قطب الدین بختیار کاکی کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ کی سخاوت و جودت کا یہ عالم تھا کہ لنگر خانے میں جو چیز بھی ہوتی فوراً تقسیم کر دیتے۔ جب کوئی چیز نہ پاتے تو لنگر خانے کے خادم سے کہتے "اچھا آج پانی کا ہی دور چلاؤ"۔ تاکہ کوئی دن عطا و بخشش سے خالی نہ جائے۔ دنیا طلبی سے اس قدر متنفر تھے کہ بادشاہ یا کسی منصب دار کی کوئی چیز قبول نہ کرتے۔ دل حب جاہ سے بالکل خالی

تھا اور استغنا و بے نیازی کے پیکر تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے کہ ایک روز شاہی حاجب اختیار الدین ایک حاضر خدمت ہوا اور کئی دیہات بطور نذر پیش کئے۔ آپ نے اس کو قریب بلایا اور جانماز کا گوشہ الٹ کر نیچے دیکھنے کو کہا۔ اختیار الدین نے دیکھا کہ خزائن الٰہی کا بحر ذخار بہہ رہا ہے۔ وہ اس سے سخت متعجب ہوا۔ آپ نے اس کے تعجب کو محسوس کر کے فرمایا" اختیار الدین! جس کے ہاں اللہ تعالےٰ کے پوشیدہ خزانوں کا دریا موجیں مار رہا ہو۔ وہ تمہارے چند گاؤں لے کر کیا کرے گا۔ جاؤ آئندہ درویشوں کے ساتھ ایسی گستاخی نہ کرنا۔

ایک بار سلطان التمش کا وزیر بھی کچھ دیہات کا فرمان لے کر حاضر خدمت ہوا اور قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے وزیر سے فرمایا۔

" ہمارے خواجگان میں سے کسی نے کوئی گاؤں بطور نذر قبول کیا ہوتا تو ہم بھی کر لیتے۔ اگر ہم نے یہ گاؤں قبول کر لئے تو قیامت کے روز اپنے خواجگان کو کیا منہ دکھائیں گے۔ جاؤ غریبوں اور محتاجوں کی خدمت کرو۔ تم ہمارے پاس آتے ہو اور غریبوں کے ہاں جانے سے پہلو تہی کرتے ہو۔ حالانکہ تم پر ان کی مدد کرنا اولین فرض ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بہت بڑے سالک راہ خدا تھے اور انہوں نے اپنے انداز میں سالک کی تعریف بھی کی ہے فرماتے ہیں۔ " سالک وہ ہے جو کم کھائے پیٹ بھر کر کھانے والا سالک نہیں۔ نفس پرست ہے۔ کھانا صرف عبادت کی قوت کو قائم رکھنے کے لئے کھانا چاہیے۔ سالک کے لباس میں تصنع نہ ہو۔ اگر وہ دکھاوے کے لئے پہنتا ہے تو راہ سلوک کا راہزن ہے۔ سالک کم سوئے۔ کم بولے اور آلائش دنیا سے پاک رہے حضرت بایزید بسطامیؒ نے ستر سال تک عبادت کی مگر جب مقام قرب آیا تو قرب الٰہی محض اس وجہ سے حاصل نہ ہو سکی کہ ان کے پاس مٹی کا جو کوزہ اور چمڑے کا جو خرقہ تھا اس کو پھینک دیا۔ ادھر ان پھینکا ادھر درجہ بلند عطا ہو گیا۔"

فرماتے ہیں" سالک ہر وقت محبت الٰہی میں غرق رہے اور عالم تحیر میں اس کا یہ حال ہو کہ اس کے سینے میں زمین و آسمان بھی داخل ہو جائیں تو اس کو خبر نہ ہو۔ اگر سالک راہ سلوک کی تکلیف میں فریاد کرتا ہے تو محبت الٰہی کا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کاذب اور دروغ گو ہے۔ سچی دوستی یہ ہے کہ جو کچھ بھی دوست کی جانب سے پہنچے اسے بہت بڑی نعمت قرار دے اور یہ سمجھے کہ اس کی وجہ سے اس کو اللہ نے یاد کیا۔

فرماتے ہیں " حضرت رابعہ بصری کا یہ حال تھا کہ جس روز کوئی تکلیف نازل ہوتی بہت خوش ہوتیں اور فرماتیں کہ آج اللہ نے مجھے یاد کیا ہے اور جس روز کسی تکلیف سے دوچار نہ ہوتیں تو غم زدہ رہتیں۔ کہتیں آج اللہ نے یاد نہیں فرمایا۔ مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا!"

اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں " حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کہا کرتے تھے کہ محبت کا دعویٰ اس کو کرنا چاہیئے جو محبت کی طرف سے نازل شدہ تکلیف پر صبر کرے۔ کیونکہ دوست کی بلا دوست کے واسطے ہے جس روز یہ بلا نازل نہ ہو سمجھنا چاہیئے کہ اس سے نعمت کا سرمایہ چھین لیا گیا ہے۔ کیونکہ راہِ سلوک میں نعمت بلا، تکلیف ہی کو کہتے ہیں۔"

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ مجلسِ سماع کبھی اپنے گھر پر منعقد کراتے۔ کبھی خواجہ حمید ناگوری کے ہاں اور کبھی کسی درویش کی قیامگاہ پر۔ ایک مرتبہ مجلس سماع میں قوالوں نے اشعار پڑھنے شروع کر دیئے تو

تو جیسے ہی وجد میں آئے اور جب یہ شعر پڑھا

مرد چیست کہ چادر بر تنوں عشق در وست
مردہ محرم حقیقت و عشق محرم اوست

تو مسلسل حالت وجد اور سماع رہا، بے ہوش رہے
نماز کے وقت ہوش آ جاتا اور نماز کے بعد پھر وہی
کیفیت طاری ہو جاتی۔

ان کی وفات بھی سماع کی وجہ سے ہوئی۔ چند الفاظ
میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ علی سجستانی
کی خانقاہ میں محفل سماع منعقد تھی۔ قوالوں نے شیخ
احمد جام کا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جب وہ اس شعر پر
آئے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو وجد طاری ہو گیا اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے اسی
حال میں شیخ حمید الدین ناگوری اور مولانا بدر الدین غزنوی
ان کو گھر تک لائے۔ متواتر تین دن اور تین راتیں یہی
کیفیت رہی۔ نماز کا وقت آتا تو ہوش و حواس بحال
ہو جاتے، وضو کرتے، فرض اور سنتیں کرتے اور پھر سے
حالت سکر میں چلے جاتے۔ یہاں تک کہ انتقال کر گئے۔
سچ ہے انہیں "شہید محبت" کہا گیا ہے۔ میر حسن نے
اس شعر پر ایک غزل لکھی ہے جس میں خواجہ قطب الدین
کی وفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حال بر یہ یک بیت داشت آں بزرگ
گفتہ ایں گوہر زکان دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

وفات کے وقت موجود لوگ خواجہ حمید الدین ناگوری کے
[illegible] شیخ بدر الدین غزنوی کے ہوش

ہیں۔ سال وفات ۶۳۳ھ ہے۔

وفات سے قبل وصیت کی تھی کہ نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے
جس نے کبھی فعل حرام کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ عصر کی سنتیں
نہ چھوڑی ہوں اور نماز باجماعت میں ہمیشہ تکبیر اولیٰ سے شریک
رہا ہو۔ یہ شرطیں صرف سلطان شمس الدین التمش میں
پائی جاتی تھیں۔ اس لئے نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت
اسی کے حصے میں آئی۔

وفات سے کچھ دن پیشتر عید کی نماز پڑھ کر گھر
تشریف لا رہے تھے کہ آتے آتے ایک جگہ پر رک گئے۔
چند لمحوں کے بعد ساتھی درویشوں اور مریدوں سے فرمایا
کہ اس مقام سے عشق الٰہی کی بو آتی ہے۔ چنانچہ زمین
کے مالک کو بلایا اور معاوضہ دے کر یہ قطعہ زمین خرید
لیا۔ اب اسی پاک سرزمین پر روضہ مبارک واقع ہے۔

آہ! حاجی کرم الٰہی صاحب

ہمارے بزرگ اور نہایت مخلص مکرم مخیر برادر طریقت
شیخ کرم الٰہی صاحب لاہور والے گزشتہ ماہ بقضائے
الٰہی فوت ہو گئے ہیں۔ جناب حاجی صاحب کو حضرت
شمس الملت سجادہ نشین علی پور سیداں مدظلہم العالی سے
شرف خلافت بھی حاصل تھا۔ آپ ایک طویل عرصہ تک بیمار رہے
ہیں۔ آپ کئی دینی اداروں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ آپ
نے کئی حج کئے۔ اور حرمین الشریفین کے فقراء کی ہر سال
مدد کیا کرتے تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حاجی صاحب
مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (آمین)
ادارہ انوار الصوفیہ حاجی صاحب کے اہل خانہ کے
ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے۔

از قاضی محمد ارشاد الحق فیضی عصامی، راولپنڈی

تفسیر عصامی

جواہر البیان فی تفسیر القرآن

نزولِ قرآن و جمع آں

قرآن پاک کا نزول مکہ اور مدینہ (زادھما اللہ تعالٰے عزاً و شرفاً) اور تبوک میں ہوا۔ کچھ ان میں اقامت کی حالت میں اور کچھ ان کے درمیان سفر کرتے ہوئے پھر ان میں سے کچھ دن کو اور کچھ رات کو۔ کچھ عامہ احوال میں اور کچھ بستر مبارک اور کچھ معراج کی رات زمین و آسمان کی درمیانی فضا میں بلکہ کچھ لامکان میں بھی ہوا۔

الغرض یہ بحث بہت لمبی اور طول کی حامل ہے۔ اسکی تفصیلی بحث اس تفسیر میں انشاء اللہ العزیز اپنے اپنے موقعہ پر آرہی ہے۔ لہذا یہاں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور حق یہ ہے کہ اسی موجودہ ترتیب کے ساتھ مولا عزوجل نے رمضان مبارک کی قدر کی رات میں یک بارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت المعمور یا بیت العزت میں نازل فرمایا پھر وہاں سے حسب حاجت بلحاظ حوادث و وقائع تھوڑا تھوڑا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ اس نزول آیات میں بھی بہت تفصیل ہے۔ کچھ عین موقعہ پر یہ نازل ہوتا تھا۔ اکثر ایسا ہی ہے اور کچھ حصہ وہ ہے کہ عمل پہلے ہوا اور نزول آیت بعد میں وَ قِسْ عَلٰی ہٰذَا

اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان المبارک میں جو آکر قرآن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھا کرتے تھے تو اس کی ترتیب یہی تھی جو آج ہمارے پاس موجود ہے۔ صحیح کی ایک طویل حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان مبارک میں حاضر ہو کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے حتیٰ کہ سال حجۃ الوداع میں دوبار دور کیا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حفاظ کرام کو جو خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حفظ کرایا تھا۔ تو اس کی بھی یہی ترتیب تھی۔ البتہ کتابت میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں مختلف آیات وغیرہ کی حیثیت سے کچھ کسی کے پاس تھا اور کچھ کسی کے پاس تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب وغیرہ سے جب جنگ ہوئی اور ستر حفاظ جامِ شہادت نوش فرما کر واصل باللہ ہو گئے تو اس وقت آپ نے بحیثیت کتابت اسکے جمع کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ بسند صحیح ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا ابو بکر پر رحمت فرمائے کیونکہ قرآن

جمع کرنے میں سب سے زیادہ ثواب ابو بکر نے ہی حاصل کیا۔ اور سب سے پہلے قرآن جمع کیا (ابن ابی داؤد)

یہاں سے وہ روایت جو ابوحیان توحیدی (جسکو اَحَدُ زَنَادِقَۃِ الدُّنیا کہا گیا ہے)، سے بعض نے روایت کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قرآن کے جمع سے تخلف کیا مردود ہوئی اور اس روایت (ابوحیان توحیدی) کو بحیثیت پرکھنے والوں نے بعض طرق کے لحاظ سے موضوع اور بعض نے ضعیف بتایا ہے کہ موضوع ہے۔

پس آپ نے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس جمع قرآنی حفاظ آیات و حفاظ سُور سے شرعی شہادات کی حیثیت سے اخذ کیا۔ اور اس نسخہ کو محفوظ کر لیا۔ وہی نسخہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (بحیثیت مکتوب) آیا ان کے انتقال الی اللہ المتعالی پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے وہی قرآن مجید نقل کرا کر مختلف مقامات میں بھیج دیئے تھے۔ یعنی اشاعت عامہ کا کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا۔ یہی میری تحقیق کا ملخص ہے اور تفصیل کے لئے بہت دفتر درکار۔ پس یہی وہ قرآن ہے جو آج ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور دنیا کے کونے کونے میں ہدایت دے رہا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن بھی اسکو چراغ راہ جاننے لگ گئے۔

اور اس کا جمع کرنا امر دشوار بھی نہیں تھا کہ حفاظت ایزدی بھی معین تھی۔ حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد بھی موجود تھی کہ قرآن جمع ہوا۔ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوری پوری تحقیق کے ساتھ جمع ہوا جب حضرت عثمانؓ نے اس کو لکھوا کر دوسرے ملکوں میں بھیجا اور خود اپنے ملک میں ہی اسکے نسخے لکھوائے گئے تو اس وقت بھی کسی صحابی نے انکار نہ کیا۔ اور نہ ہی کمی بیشی جتلائی خود حضرت مولا علی المرتضیٰ رضا (کرم اللہ وجہہ) کے زمانۂ خلافت میں بھی کسی ردو بدل کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

پس یہاں سے ان جہال شیعہ کا قول باطل و مردود قرار پایا کہ جنہوں نے کہا کہ قرآن یہ نہیں، بلکہ اصلی قرآن اس قرآن کے سوا ہے اور یہ موجودہ قرآن محرّف ہے جیسا کہ مولانا محمد کرم الدین صاحب ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم نے جو کہ اہل السنت والجماعت حنفیہ کے اپنے زمانہ میں آفتاب گذرے ہیں۔ شیعہ۔ مرزائی۔ وہابی۔ دیوبندی۔ چکڑالوی سب ان کے مقابلہ سے گریزاں۔ ترساں و لرزاں رہتے تھے۔ تصانیف کثیرہ کے مالک تھے۔ اپنی کتاب آفتاب ہدایت ص۹ میں شیعہ کی کتاب جلاء العیون اردو مطبوعہ ص۱۷۲ سے نقل کیا۔

"ابوبکر نے جناب امیر کو اپنی بیعت کے لئے بلایا جناب امیر نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر دوش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزو دان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورہائے قرآنی کو میں نے جمع

[1] صفحہ ۲۳ پر دیکھئے۔

کیا ہے۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوئی جو حضرت نے مجھے نہ سنائی ہو اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقانِ قوم و نص خلافت امیر پر صریح تھے۔ اس وجہ سے عمر نے اسکو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیر خشمناک اپنے حجرۂ طاہرہ کی جانب تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (امام مہدی) نہ دیکھو گے" انتہی۔

اور اصول کافی مطبوعہ لونکشور صد ۱۳۹ میں یوں لکھا ہے

عن جابر قال سمعت ابا جعفر یقول ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب وما جمعہ و ماحفظہ کما نزلہ اللہ الا علی بن ابی طالب والائمہ من بعدہ؟

(ترجمہ) جابر سے مروی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے امام ابوجعفر (امام محمد باقر) سے سنا وہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علی اور ائمہ مابعد کے کسی نے جمع نہیں کیا۔

لیکن محققین شیعہ نے اس اوپر والے قول کو لغو قرار دیا۔ اور اسی موجودہ قرآن کو صحیح قرآن مانا چنانچہ علامہ حائری (شیعہ) نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں اسی پر تصریح کی ہے اور اوپر کے قول کو سختی سے رد کیا ہے۔ اور ہمارے علماء سے عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حقانی کے مقدمہ صد ۶۳ میں فرمایا ہے۔

" رہا شیعہ کا وہ خیال سو وہ جہال کی گپ ہے۔ آج تک سلف سے لیکر خلف تک کوئی محقق شیعہ بلکہ کوئی اہل اسلام بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا چنانچہ علماء شیعہ اس خیال کی برات اپنی کتابوں میں بڑی شدومد سے کرتے ہیں۔ شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بابویہ اپنے رسالہ عقائدیہ میں یہ کہتے ہیں۔ کہ جو قرآن کہ اللہ نے حضرت کو دیا تھا وہی ہے کہ جو اب لوگوں کے پاس موجود ہے۔ نہ اس میں کچھ کم ہوا ہے نہ زیادہ تفسیر مجمع البیان میں کہ جو شیعہ کے نزدیک معتبر تفسیر ہے سید مرتضیٰ کہتے ہیں جو قرآن کہ عہد پیغمبرؐ میں تھا وہی اب بھی ہے بلا تفاوت قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مصائب النواصب میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات جو شیعہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تغیر و تبدل کے قائل ہیں محض غلط ہے۔ محققین شیعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں اور جو کوئی کہے تو اس کا کیا اعتبار ہے۔

حاشیہ صد ۲۲۔ آپ کی سینکڑوں تصانیف ہیں اُن میں نور و سایہ کے مسئلہ میں ابھی ایک بار محمد فاضل نامی مولوی سے تحریری مباحثہ ہوگیا تھا۔ تو آپ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس شان کو بڑی وضاحت سے کئی تحریروں میں ثابت کیا جو نوری توکلی رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ کے ساتھ مدرسہ نعمانیہ میں بعنوان رسالہ نور چھپا ہوا (مطبوعہ) ملتا ہے۔ آپ خالص سنی العقیدہ عالم گذرے ہیں۔ انتقال سے تقریباً تین ماہ پہلے حضرت قبلہ عمی و استاذی جناب قاضی محمد گوہر علی علوی رضی اللہ عنہ سے میری ہمراہی میں ملاقات ہونے پر۔ اپنے ایک بیٹے کے اختیار دیو بندیت پر ہزار ہزار

ملا صادق شرح کلینی میں لکھتے ہیں۔ یہ قرآن اسی طرح امام مہدی تک سالم رہے گا۔ محمد بن حسن عاملی لکھتے ہیں کہ جو روایات پر ذرا بھی نظر کرے گا یقینی طور پر جان جائے گا کہ قرآن میں بچند وجوہ کمی زیادتی ناممکن ہے۔

اور بالفرض کوئی صاحب یہ عقیدہ بھی رکھیں تو ہم اس کو دو وجہ سے قائل کرتے ہیں

۱۔ یہ کہ آئمہ اہل بیت اور بنی ہاشم بالخصوص آل علی اور خود حضرت علی اور بنی فاطمہ نے کیوں اپنے مصاحف کو محفوظ نہ رکھا بلا سے شیعہ ہی میں وہ قرآن مروج اور مستعمل ہوتا اور اگر ظاہر اسکو نہ رکھتے چھپا ہی کے رکھتے ورنہ حفظ ہی کے طور سے متوارث رکھتے۔ بلکہ اصل حمیت اسلام تو یہ تھی کہ اس خیانت قرآن کے بارے میں مخالفین کو علیٰ رُؤُسِ الْاَشہاد نفیحت کرتے اول تو جس طرح کچھ کچھ لوگ ہر زمانے میں ان کے ساتھ بنتے رہے ہیں۔ اس وقت بھی ہوتے ورنہ بنی ہاشم تو ضرور ساتھ دیتے اور اگر کوئی نہ دیتا تو خدا تو ساتھ ضرور ہی دیتا کہ جس نے قریش کے مقابلہ میں ایک یتیم بے کس بے زر یعنی سید المرسلین علیہ السلام کی مدد کی اور روئے زمین پر اس کا مذہب پھیلا دیا ورنہ خیر جس طرح امامت اور ریاست کے بارہ میں نوبت بشہادت پہنچی۔ اس خاص دینی کام میں پہنچتی تو کیا بتھار زہے نصیب ۔۔ ۔۔۔ ۔ فرمایئے وہ کون سا بے حمیت شیعہ ہے جو اپنے اکابر علیہم السلام کی نسبت یہ بدگمانیاں جائز رکھ کر برائے شگن کے لئے اپنی ناک کٹوائے گا۔ اصحاب ثلاثہ کی ضد میں اپنے بزرگوں کو بما کہہ کے قرآن کی تحریک کا قائل ہو جائے گا۔

۲۔ ان آیات کا کیا جواب ہے کہ جن میں خدا پاک نہایت تاکید کے ساتھ اسکی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے قال تعالیٰ:

نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

میں نے یہاں دو دو طرف کے اقوال میں عبارات معتمدین پر اکتفا کیا میری اپنی ذاتی تحقیق بفضل تعالیٰ انشاء تغیر میں بمقام مناسب مبسوط و مفصل آئے گی۔ انشاء اللہ العزیز و باللہ التوفیق۔

اس تھیلی کا تو ہی سب سے زیادہ مستحق ہے

جنید بغدادی کے پاس ایک شخص دینار کی ایک تھیلی لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے سوال کیا کیا تیرے پاس اس تھیلی کے سوا دینار ہیں۔؟ اس نے جواب دیا ہاں بہت سارے دینار ہیں آپ نے سوال کیا کیا تو اور بھی دینار چاہتا ہے۔ وہ شخص سمجھا اس نے جو دینار دیئے ہیں اس سے خوش ہو کر جنید بغدادی اپنے فیض روحانی سے اسے کوئی بڑا خزانہ بخشنے والے ہیں۔

بولا۔ حضرت! بس آپ کی نظر کرم درکار ہے دولت کی طمع بھی کہیں جاتی ہے۔

آپ نے وہ تھیلی اٹھائی اور اسے دیتے ہوئے فرمایا۔ پھر اس تھیلی کا تو ہی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ میں کہاں کسی مستحق کی تلاش میں نکلوں۔

ملفوظاتِ امیرِ ملت

مندرجہ ذیل ملفوظات کو قاضی ابوالنور مولانا محمد فاضل صاحب کوٹلی دلمت برکاتہم نے ۱۹۵۰ء میں حضرت قبلۂ عالم امیرِ ملت قدس سرہ کے ہمراہ با مجلس میں حاضر ہو کر سنا اور پھر آپ کے ارشاد سے ان کو جمع کیا اور رسالہ انوار الصوفیہ شمارہ ستمبر ۱۹۵۰ء میں عوام اور یارانِ طریقت کے استفادہ کے لئے ان کو شائع کیا۔ اس احقر الانام غلام رسول گوہر مدیر رسالہ انوار الصوفیہ نے رسالہ انوار الصوفیہ قدیم سے نقل فرما کر جدید رسالہ انوار الصوفیہ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے امید ہے تمام قارئین ان ملفوظات سے اپنے احوال و اعمال کی اصلاح کرینگے

نمازِ فجر کا وقت

فرمایا۔ حضرت امام اعظمؒ کے مذہب میں نمازِ فجر کا افضل وقت اس وقت ہوتا ہے۔ جب خوب روشنی پھیل جائے۔ مکہ شریف میں نجدی کے وقت سے پہلے چاروں مذاہب کے امام علیحدہ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ حنفی امام فجر کی نماز سب سے بعد پڑھاتا تھا اور باقی نمازیں سب سے پہلے۔

علمِ دین کی طرف کم توجہی

فرمایا۔ پٹھانوں کے کسی گاؤں میں کوئی مسافر چلا گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ مسافر کا روزہ نہ تھا۔ اس نے پانی پیا۔ پٹھانوں نے لے مارنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا میں مسافر ہوں۔ اور مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن وہ کہاں سنتے تھے دینی غیرت تو کر رہے تھے لیکن مسئلہ کا پتہ نہ تھا۔ آخر مولوی صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے اس غریب مسافر کی جان چھڑائی۔

۲۔ فرمایا۔ اسی طرح سے کسی بزرگ کا اتفاق سے کسی گاؤں میں گذر ہوا۔ انہوں نے سفر کی وجہ سے نماز میں قصر کی [illegible] رکعت پڑھیں۔ لوگوں کو تعجب [illegible]

فرمایا یہ [illegible] کی طرف توجہ چھوڑ دی ہے۔ اور [illegible] یہ مسلمانوں نے علم

ہے۔ اور دنیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ

فرمایا۔ تمام قرآن مجید کو دیکھ جاؤ۔ خدا تعالیٰ نے کہیں نہیں فرمایا۔ اکنزوا یعنی خزانہ جمع کرو۔ بلکہ جہاں کہیں ہے انفقوا ہے اور لطف یہ ہے ساتھ ہی مما رزقنا کہہ بھی ہے۔ یعنی اسی مال سے خرچ کرو۔ جو ہم نے تم کو دیا ہے تم کہیں سے نہیں لے آئے۔ بلکہ وہ ہمارا دیا ہوا ہے۔ اور تمہیں اس میں سے خرچ کرنا ہے۔ تمہارا اپنے پاس سے کچھ بھی نہیں جاتا۔

(۲) فرمایا۔ راولپنڈی میں ایک بزرگ گزرے ہیں شاہجہان بادشاہ کے وقت میں تھے۔ ان کا اسم گرامی حضرت بری شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ شاہجہان بادشاہ نے ان کو جاگیر دینی چاہی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عالمگیر اورنگ زیبؒ نے اپنے عہد میں اپنے بیٹے کو لکھا کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی زیارت کا شرف حاصل کرو۔ وہ اس قدر متوکل علی اللہ ہیں کہ انہوں نے شاہجہان بادشاہ سے بھی جاگیر قبول نہیں کی تھی۔

(۳) فرمایا۔ ایک بزرگ کی خدمت میں جاگیر پیش کی گئی۔ انہوں نے فرمایا مجھے ضرورت نہیں۔ کہا گیا آپ کی اولاد کے کام آئے گی۔ فرمایا۔ میں نے ان کو سورۃ واقعہ پڑھا دی ہے (پڑھ واقعہ نہ آوے فاقہ) سورہ واقعہ کی کرامت ہے کہ جو شخص روزانہ نماز مغرب کے بعد ہمیشہ پڑھا کرے اسے کبھی فاقہ نہ آئے گا۔

(۴) فرمایا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ ایک سو روپے پر کتنی زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا ایک سو دو روپے آٹھ آنے۔ عرض کیا کیسے۔ فرمایا سو کی سو تو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اڑھائی روپے جرمانہ دو کہ تم نے کیوں اتنا روپیہ جمع کیا۔

(۵) فرمایا۔ امرتسر میں ایک سائیں صاحب ہوتے تھے۔ فرمایا کرتے۔ اپنی آدھی روٹی سائل کو دینا بہت مشکل ہے اور تمام رات نوافل میں کھڑے رہنا اس کی نسبت بہت آسان ہے۔

(۶) فرمایا

اگر چیزے بود در ملک درویش

رسد زاں مرد توکل را ضرر پیش

ز ملک خویشش تا بیرون نیاید

حجاب از روئے وے چوں مے کشاید

یعنی اگر کوئی چیز درویش کی ملکیت میں ہو تو اس سے توکل کو ضرر پہنچتا ہے۔ جب تک وہ اس کے ملک سے باہر نہیں چلی جاتی۔ اس کے چہرہ سے پردہ کیسے اٹھ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک درویش اس چیز کو اپنے پاس سے ہٹا نہیں دیتا۔ اس کی ترقی رکی رہتی ہے۔

(۷) فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بوستان میں لکھا ہے کہ جب تک مہمان نہ آتا انتظار کرتے رہتے اور کھانا نہ کھاتے۔ بعض دفعہ ہفتوں بغیر کھانا کھائے گذر جاتے

(۸) فرمایا روزہ افطار کرانے سے روزہ کا ثواب ملتا ہے۔ حیدرآباد دکن میں قاری شہاب الدین صاحب کے ہاں رمضان شریف میں ہر شام ایک سو مہمان ہوتے ہیں۔

(۹) فرمایا سائل کو دینے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں جو سائل آتا ہے۔ وہ مانگنے نہیں آتا۔ دینے آتا ہے۔ کیونکہ میں اگر دونگا نہیں

تو مجھے کیسے لے گا۔ چنانچہ جس دن سائل زیادہ آتے ہیں
میں خوش ہوتا ہوں۔ پانی بہتا ہے تو اور بھی آتا رہتا
ہے۔ اگر بند ہو جائے تو بدبو دار ہو جاتا ہے۔

جھوٹ بولنا

فرمایا المومن لا یکذب۔ مومن جھوٹ نہیں
بولتا۔ جھوٹ بولنا مومن کا کام نہیں ہے۔

مسئلہ بشریت

فرمایا۔ سیالکوٹ میں مولوی ابراہیم نے پچھلے دنوں
مثلیت ثابت کرنے کے لئے تقریر میں کہا۔
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی دو ہاتھ میرے بھی
دو ہاتھ۔ حضور کی بھی دو آنکھیں میری بھی دو آنکھیں
وغیرہ من الخرافات۔ سیالکوٹ میں ایک مولوی عماد
الدین صاحب تھے۔ انہوں نے سُنا تو فرمایا مولوی
کو مغالطہ ہوا ہے۔ اس نے کہنا تھا کہ خنزیر کا بھی ایک
منہ میرا بھی ایک منہ اس کی بھی دو آنکھیں میری بھی دو
آنکھیں وغیرہ۔ نیز جھنگ کے جلسہ میں مَیں نے اس مسئلہ
پر کچھ بیان کیا۔ مولوی عبدالرشید صاحب جو مدرسہ
نقشبندیہ علی پور کے مدرس بھی ہیں۔ نے تمام
مضمون لکھ لیا اور رسالہ لمعات الصوفیہ میں بھیج
دیا۔ جو ہمارے ایک یار طریقت ملک عبدالعزیز
صاحب سیالکوٹ سے شائع کرتے ہیں۔
مولوی ابراہیم نے وہ مضمون پڑھا اور لمعات الصوفیہ
کے ایڈیٹر ملک عبدالعزیز سے ملا اور کہا کہ یہ مضمون
پڑھ کر میں تمام رات روتا رہا۔ شکر ہے کہ مولوی کو
ندامت تو ہوئی۔

توکل

فرمایا۔ بخاری کے دادا کے بھائی صاحب ایک
بزرگ تھے۔ بہت مدت کی بات ہے مجھے نے اور
کہا کہ میں حج کو جانا چاہتا ہوں۔ مَیں نے پوچھا۔ زادراہ
کہا صرف نو روپے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ نو روپے میں کیسے
جائیں گے۔ کہا کہ نو پیسے بھی ہوں تو میں جاؤں گا۔ دو
تین ماہ کے بعد لاہور میں ملا اور کہا کہ میں حرمین شریف
کی زیارت کا شرف حاصل کر آیا ہوں۔
۲۔ فرمایا۔ اسی طرح ایک اور بزرگ نے حج کا ارادہ کیا
تمام سامان بیچ کر [illegible] روپے جمع کئے۔ پھر فرمایا
کہ روپیہ کا ہونا توکل کے خلاف ہے۔ تمام روپیہ غریبوں
میں بانٹ دیا اور عہد کر لیا کہ کسی کو بتاؤں گا نہیں کہ حج کو جا
رہا ہوں چنانچہ گئے اور واپس آئے [illegible] ان کا بیان
ہے کہ جبل پور کے اسٹیشن پر [illegible] مجھ
سے تین روپے کرایہ لیا [illegible]
تھے۔ مَیں نے کہا تبرکات میں [illegible] تقسیم [illegible]
یہاں بھی مخلوقِ خدا ہے کل جمعہ کا دن ہے یہیں تقسیم
کر دوں تاکہ پھر کرایہ نہ دینا پڑے۔ میں سامان کھول رہا
تھا۔ ایک شخص آیا اور تین روپے مجھے دے کر کہا کہ یہ
کی نذر ہے۔ مَیں نے پوچھا۔ کیسی نذر۔ اس نے کہا
رات آپ تہجد پڑھ رہے تھے۔ میرا ایک مقدمہ تھا۔ میں
نے نذر مانی کہ اگر میں کامیاب ہو گیا تو آپ کو تین روپے
نذر دوں گا۔ سو میں کامیاب ہو گیا ہوں اور یہ نذر پیش
کرتا ہوں۔ مَیں نے سامان باندھ لیا اور راستہ میں کسی
نے کرایہ نہ پوچھا۔

○ عرصہ ہوا ہے کہ بندہ اور مولانا الحاج مولوی صوفی محمد امام الدین صاحب استاذ عالیہ علی پور شریف برائے زیارت و قدم بوسی سرکار علی پوری مدظلہ العالی حاضر ہوئے۔ تو حضور نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بے مثل ہونے پر جو میں نے لائل پور کے سالانہ جلسہ میں مضمون بیان کیا تھا۔ اس کو رسالہ انوار الصوفیہ میں اس طرح شائع کرو کہ پہلے وہ آیات درج ہوں جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان اور افضلیت کا ذکر ہے اور پھر احادیث سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور پھر اقوال بزرگان دین چنانچہ جس طرح سے آپ نے بندہ کو ارشاد فرمایا۔ اسی طرح ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سورۂ کہف :- قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد (الآیۃ)

ارشاد باری تعالیٰ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ ان لوگوں کو فرما دیں کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک آدمی ہوں تمہاری مانند مگر تم سے مجھے برتری ہے کہ میری طرف خداوند کریم کی وحی آئی۔ کہ تمہارا معبود صرف واحد معبود ہے۔ پس جو کوئی امید رکھتا ہے۔ ملاقات رب اپنے کی پس اس کو چاہیئے۔ کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ ایسی ہی دوسری آیت شریف سورہ حٰم سجدہ میں ہے۔ قُلْ اِنَّمَا انا بشر مثلکم یُوحیٰ اِلیّ انما الٰھکم الٰہٌ واحد۔

ان ہر دو آیات سے بعض بے نور دل والے اشخاص کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ہم جیسے ہی انسان ہیں (معاذ اللہ) ہم پر کوئی برتری نہیں ہے۔

افسوس صد افسوس درحقیقت وہ دل نور ایمان سے سراسر خالی ہیں اور تاریکی اور ظلمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دلوں سے ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے کا کوئی علاج کریں۔ اور دوسری آیات قرآن شریف اور احادیث اور اقوال بزرگان دین کو بغور دیکھیں اور پھر فیصلہ کریں تو ضرور یہ بات ان کی سمجھ میں آجائے گی کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نور علیٰ نور من اللہ ہیں۔ اور ان کو سرکار کے نور سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

قرآن پاک کی دیگر آیات جو سرکار دو عالمؐ کی برتری اور نورانیت کی ہیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْن (الآیۃ)

(۲) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمنوا اتقوا اللہ و اٰمنوا برسولہٖ یوتیکم کفلین من رحمتہٖ ویجعل لکم نورًا تمشون بہٖ و یغفر لکم واللہ غفور رحیم۔

(۳) وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمیٰ

(۴) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم الآیۃ۔

(۵) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفورٌ رَّحِیم۔

(۶) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمنوا باللہ وَرَسُوْلِہٖ الآیۃ

(۷) مَنْ یُّطِعِ الرسول فقد اطاع اللہ (الآیۃ)

(۸) لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہ اسوۃ حسنۃ۔

(۹) خُذْ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم وصلی علیھم (الآیۃ)

معزز قارئین کرام - بتقریب عرس شریف سالانہ علی پور شریف ضلع سیالکوٹ کے پروگرام میں فقیر کا یہ مضمون (اتباع شیخ) برائے تقریر شائع ہوا ہے - چونکہ اہل اسلام اور اہل ایمان پر اس مضمون کا اطلاق فرض ہے - لہذا برائے استفادہ معزز ناظرین کے لئے بھی رسالہ انوار الصوفیہ میں شایع کر دیا گیا ہے - وما علینا الا البلاغ -

چونکہ شیخ اور پیرومرشد نائب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے - اس لئے اس کا ہر قول و فعل شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہوتا ہے - اور وہ عیش و آرام کی بجائے اُنہیں سنتوں کی تعمیل کا زیادہ تر اہتمام کرتا ہے جو بہت مشکل اور نفس پر شاق ہوں - مثلاً

۱. گھر میں خوراک اور پوشاک بقدر ضرورت مہیا رکھنا جائز ہے لیکن راہِ خدا میں گھر کا مال لٹا دینا بھی سنت ہے -

۲- آنکھوں میں سرمہ لگانا بھی مسنون ہے - لیکن خوفِ خدا میں رات بھر رونا بھی سنت ہے -

۳- پاؤں میں موزہ پہننا بھی سنت ہے لیکن بارگاہ الٰہی میں دست بستہ کھڑے ہونے سے پاؤں کا متورم ہو جانا بھی سنت ہے -

۴- طیب کلام و طعام - افشائے اسلام اور اطعام طعام ہر ایک برابر کی سنت ہے - لیکن راہ خدا میں لنگر جاری رکھنا بھی سنت ہے -

شناخت پیرومرشد

کسی صالح - عالم و عامل کتاب و سنت اور راہِ حق پر چلنے والے کی بیعت کرنا اور اسکو پیر پکڑنا جائز بلکہ سنت ہے

ارشاد ربانی

پارہ ۲۱ - ع ۱۰ - سورہ لقمان میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

اے انسان تو اس شخص کی پیروی کر جس نے اپنا دل میری طرف پھیر رکھا ہے - یعنی میری اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے -

تفسیر مدارک مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۴۰ میں ہے - مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ - قَالَ عَطَاءٌ صَاحِبَ مَنْ تَرَى عَلَيْهِ نُورَ خِدْمَتِي -

یعنی عطار کہتے ہیں جسکے چہرے پر میری خدمت کا نور نظر آئے تو اس کی صحبت اختیار کر اور اسکی خدمت بجا لا۔

تفسیر رحمانی جلد دوم صفحہ ۱۳۷ ملاحظہ فرمائیے۔

مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ اَیْ رَجَعَ اِلَیَّ عَنْ بِیْ مَا سِوَایَ نَاخُذُ مِنَ الحلواد ار المعارف۔

یعنی ایسے شخص کی فرمانبرداری کر۔ جو میرے سوا سب کچھ چھوڑ کر میری خدمت اور طاعت میں حاضر ہو کر مجھ سے علوم و معارف حاصل کرے۔

تفسیر تستری ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۲۷ میں ہے۔

یعنی آیت مذکورہ میں ہر ایک انسان کے لئے یہ حکم ہے کہ جو از خود حق عز و جل کیطرف راہ نہ پا سکے۔ تو وہ آثار صالحین کی پیروی کرے۔ تاکہ اسکو ان کے حق پر چلنے کی برکت حاصل ہو۔

ایک شاندار مثال

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اتباع صالحین سے اصحاب کہف کے کتے کو ان کی معیت نے کتنا رتبہ اور کتنا نفع دیا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کلام پاک میں اس کا ذکر خیر کیا ہے۔

اور سید الانبیاء والمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ رب تعالیٰ کے نزدیک اس رتبہ و عزت کے مالک ہیں کہ ان کے پاس رہنے والا ان کے فیض و برکت سے محروم نہیں رہتا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق صفحہ ۴۳۸ پر حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

یعنی جب تم کسی ایسے مرد خدا کے متعلق سنو۔ جو دنیا کی خواہش نہیں رکھتا۔ اور کم گو ہے تو ایسے شخص کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں حکمت معرفت الہٰی سکھائے گا۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ

یعنی جو شخص مر جائے اور اس نے بیعت نہ کی ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

صحیح بخاری میں بیعۃ علی التقوٰی کا باب موجود ہے قرآن حکیم پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح ع ۱۔ آیت بیعت موجود ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں یقیناً وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ جس شخص نے بیعت توڑ دی اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور جس نے بیعت کو پورا کیا۔

پس عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا کرے گا۔

ارشاد ربانی عورتوں کی بیعت کے متعلق

سورہ ممتحنہ میں مکمل بیعت کا طریقہ موجود ہے۔ اس آیۂ پاک سے یہ بھی ثابت ہے کہ عورتوں کی بیعت جائز بلکہ سنت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں آئیں اور ان شرائط پر بیعت کرنا چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور چوری اور بے حیائی نہ کریں گی اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان باندھیں گی اور نہ ہی نیک کاموں میں نافرمانی کریں گی۔ پس ان کو بیعت کر لیں۔ اور ان کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بخشش مانگیں بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بیعت ایک تاکیدی امر ہے

راہ خدا میں مشکل مقامات بغیر پیر و مرشد کے حل نہیں ہو سکتے۔ پیر و مرشد کی محبت اور عزت و فرمانبرداری بنہایت ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تبارک و تعالیٰ کو دوست رکھنا چاہتے ہو۔ تو میری اتباع کرو۔ تمہیں اللہ تبارک و تعالیٰ دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

برادرانِ اسلام۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین و صالحین امت نے جو کچھ پایا ہے وہ اپنے پیر و مرشد اور ہادی رہنما کی اتباع اور فرمانبرداری سے پایا ہے ان کو رب تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا

تم خدا پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسول پر بھی اور اس کی عزت کرو تعظیم کرو اور دل و جان سے فرمانبرداری کرو۔

باقی آئندہ

دعائے صحت

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شمس الملت برائے علاج کراچی، تشریف فرما ہیں جملہ قارئین کی خدمت میں استدعا ہے کہ آپکی صحت و شفا کے لئے بخلوص قلب اوقات مخصوصہ میں دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کلی عطا فرمائے اور آپ کا ظل ہمایوں ہم پر تا دیر قائم رکھے۔ (آمین)

تبصرہ:
اس کے نئے کتاب کی دو جلدیں آنی چاہئیں۔

تصنیف ۔ محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر

زیر نظر کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس بات کا آئینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور عملی نظری و فکری فضیلت و برتری کا سورج نہ صرف ہندوپاک کو اپنی نورانی شعاعوں سے روشن کر رہا ہے۔ بلکہ ان شعلوں نے اہل عرب اور اہل حجاز کو علمی اور نظری فکری لحاظ سے مسخر کیا ہے وہاں کے اکابر و افاضل نے آپ کی تصنیفات و تالیفات اور آپ کی تحقیق اور تدقیق سے متاثر ہو کر آپ کی مدح نہایت پاکیزہ الفاظ میں کی ہے مثلاً شیخ سید اسمٰعیل علیہ الرحمۃ حافظ بیت الحرم مکہ معظمہ نے آپ کے حق میں لکھا ہے

میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بے شک حق و صحیح ہے۔ اسی طرح حرمین الشریفین کے متعدد علماء کی شہادتیں اور مدائح اس کتاب میں مرقوم ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرتؒ کی زندگی کے کئی دیگر پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ٹائٹل دیدہ زیب ہے۔ ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیجکر مندرجہ ذیل پتہ سے مفت طلب کریں۔ آپ کے ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ سے یہ کتاب آپ کو رجسٹری کر کے بھیجی جائے گی۔ کتاب کی قیمت نہیں لی جائے گی۔

پتہ۔ مرکزی مجلس رضا نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

اخبار آستانہ عالیہ علی پور شریف

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی تھی اور نقاہت بھی زیادہ ہوتی جا رہی تھی اس لئے آپ برائے علاج کراچی تشریف لے گئے ہیں۔

عالی جناب مولانا الحاج جوہر الملت تادم تحریر لائلپور چک ۲۷۹ خورد تشریف فرما ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ آپ وہاں کب تک تشریف فرما رہیں گے۔

عالی جناب مولانا الحاج نقیب الملت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب علی پور شریف تشریف فرما ہیں۔

حضرت مولانا الحاج معین الملت پیر سید حمید حسین شاہ صاحب و حضرت مولانا الحاج انوار الملت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب مدینہ شریف مقیم ہیں آپ کو مکتوب اس پتہ سے ملتا ہے۔

ص ب ۹۲ مدینۃ المنورہ سعودی عرب

آستانہ عالیہ میں ہر طرح سے خیر و عافیت ہے۔

حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی صاحب انتقال کر گئے

حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی صاحب اعلیٰ حضرت بریلوی رح کے خاندان سے تھے اور موجودہ وقت کے بزرگ اور محقق علما میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ فقہی مسائل میں آپ کی نظر دور رس تھی۔ عربی ادب پر آپ کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ آپ شوال المکرم کو اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔